سہ ماہی

اردو ریسرچ جرنل

Issue: 30th
April-June, 2022

سرپرست

پروفیسر ابن کنول

Approved by University of Tehran,Iran

اردو ریسرچ جرنل

Urdu Research Journal

Issue: 30
(April to June. 2022)

سرپرست
پروفیسر ابن کنول
(سابق صدر شعبہ اردو، دہلی یونی ورسٹی، دہلی، انڈیا)

ایڈیٹر
ڈاکٹر عزیر اسرائیل
(صدر شعبہ اردو، اسلام پور کالج، نارتھ بنگال یونی ورسٹی، مغربی بنگال، انڈیا)

مجلس مشاورت

ڈاکٹر احمد القاضی
شعبہ اردو، الازہر یونی ورسٹی، مصر

ڈاکٹر صابر گودڑ
سابق صدر، شعبہ اردو، مہاتما گاندھی انسٹی ٹیوٹ، موریشس

ڈاکٹر فرزانہ اعظم لطفی
شعبہ اردو، تہران یونی ورسٹی، ایران

ڈاکٹر سہیل عباس
پروفیسر شعبہ اردو، ٹوکیو یونی ورسٹی، جاپان

پروفیسر سید شفیق احمد اشرفی
سابق صدر شعبہ اردو، خواجہ معین الدین چشتی، لسان یونی ورسٹی، لکھنؤ، انڈیا

ڈاکٹر ابو شہیم خان
شعبہ اردو، مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی، حیدر آباد، انڈیا

ڈاکٹر محمد اکمل
شعبہ اردو، خواجہ معین الدین چشتی، لسان یونی ورسٹی، لکھنؤ، انڈیا

ڈاکٹر رضی شہاب
شعبہ اردو، مغربی بنگال اسٹیٹ یونی ورسٹی، باراسات، مغربی بنگال، انڈیا

ڈاکٹر محمد شہنواز عالم
شعبہ اردو، اسلام پور کالج، نارتھ بنگال یونی ورسٹی، مغربی بنگال، انڈیا

اپنی نگارشات صرف ای میل پر ارسال کریں:
P-101/A. Gali No 2, The Aliya Coahcing Istitute, Pahlwan Chawk, Batla House Delhi-110025
editor@urdulinks.com, urjmagazine@gmail.com
Web: www.urdulinks.com/urj

نوٹ: مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ ہر قسم کی قانونی چارہ جوئی صرف دہلی کی عدالتوں میں کی جاسکتی ہے۔

☆اردو ریسرچ جرنل سے وابستہ افراد رضا کارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں۔

فہرست

امبیڈکرازم کے اثرات اردو ادب پر	ڈاکٹر اعظم انصاری	۵
بنگال کے اردو تذکرے‘ ایک تجزیاتی مطالعہ	ڈاکٹر شفیع الرّحمٰن	۱۲
جدو کرشن مورتی: شخصیت اور تعلیمی نظریات	ڈاکٹر محمد اسجد انصاری	۲۰
آغا حشر کی کردار نگاری	ڈاکٹر محمد شہنواز عالم	۳۷
انارکلی کا تجزیاتی مطالعہ	ڈاکٹر رضوانہ بیگم	۴۴
دردِ آدمیت کا زِندہ استعارہ: ڈاکٹر افتخار بیگ	ڈاکٹر عرفان پاشا	۴۸
کلامِ اقبال کی پیروڈی	ڈاکٹر عبدالحلیم انصاری (محمد حلیم)	۵۷
قیدی کا کمبل۔۔۔۔اور۔۔۔۔احمد فرازؔ	انصاری شاہین عبدالحکیم	۶۳
انتظار حسین کا ’نیا گھر‘	ڈاکٹر نغمہ نگار	۶۸
شمیم احمد شمیمؔ بحیثیت خاکہ نگار	محمد یاسین گنائی	۷۲
ثانوی اور اعلیٰ ثانوی سطح کے اسکولی طالب علموں کا ماحولیات کے تئیں رویہ: ایک مطالعہ	آفتاب عالم	۸۱
انگریزی ڈرامہ نگاری کا آغاز وارتقاء	محمد انس	۹۳
اردو تنقید کا ایک معتبر نام: کلیم الدین احمد	محمد غفران انظر	۹۶
جدید اردو غزل ایک تعارف	محمد ماجد علی شاہ	۹۹
ابوالفاضل رازؔ چاندپوری: تعارف اور شاعری	محمد صالح انصاری	۱۰۴
تہذیب وثقافت کا تصور اور اردو ادب	شیخ ظہور عالم	۱۱۲

ڈاکٹر اعظم انصاری
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہء اردو، خواجہ معین الدین چشتی لسان یونیورسٹی، لکھنؤ

امبیڈکرازم کے اثرات اردو ادب پر

Ambedkarism ke asarat Urdu adab par By Dr, Azam Ansari

زمانہ قدیم سے ہمارا سماج چار طبقوں میں منقسم رہا ہے۔ چوتھا طبقہ جسے شودر یا دلت کے نام سے جانا جاتا ہے، ہزاروں سال سے اس کے ساتھ غیر انسانی سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔ انہیں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ انگریزوں نے جب ہندوستان پر قبضہ کر لیا تو ذات پات اور اونچ نیچ کے بھید بھاؤ کو ختم کرتے ہوئے سب کے لئے یکساں قانون بنایا تو دلتوں کے برابری کے دروازے کھل گئے۔ ۱۸۱۳ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک حکم نامہ کے مطابق تعلیم کے دروازے سب کے لئے کھول دئے گئے۔ عیسائی مشنریوں نے دلت سماج کو ہندوؤں سے الگ سماج مان کر تعلیم یافتہ بنانے کا کام شروع کر دیا، لیکن اس کے لئے کوئی باقاعدہ اسکول نہیں کھولا تھا۔ راجہ رام موہن رائے کی 'برہم سماج'، گووند رانا ڈے کی 'پرارتھنا سماج'، آتما رام پانڈورنگ کی 'دلت ادھار سمیتی'، کشن بھاگو بنسوڑے کی 'سن مارگ بودھک اسپرشیہ سماج'، وی آر شنڈے کی 'ڈپریشڈ کلاسیز مشن' جیسی دوسری سماجی و مذہبی تنظیموں کے رہنماؤں اور اس سے جڑے دیگر لوگوں نے دلتوں کے مسائل و مصائب کو اپنی تحریروں و تقریروں میں جگہ دینا شروع کر دیا۔ ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کے پیش رو مہاتما جیوتی با پھولے نے دلتوں کے اندر خودی کا احساس پیدا کرنے اور انہیں تعلیم یافتہ بنانے کے لئے ہندوستان میں دلتوں کے لئے پہلا اسکول مہاراسٹر کے پونا ضلع میں ۱۸۴۸ء میں قائم کیا۔ انہوں نے دلتوں پر ڈھائے جانے والے جبر و استبداد کو عام ہندوستانیوں تک پہنچانے کے لئے ۱۸۷۳ء میں 'غلام گیری' نام کتاب لکھ کر کارہائے نمایاں انجام دیا۔ اس کتاب کو لکھنے کا مقصد، زمانہ قدیم سے دلتوں کے ساتھ برتے جانے والے عدم مساوات اور غیر انسانی سلوک کو روکا جا سکے۔ اپنے اس مشن کو آگے بڑھانے اور اسے مضبوطی عطا کرنے کے لئے انہوں نے دسمبر ۱۸۷۳ء میں ستیہ سودھک سماج کی بنیاد ڈالی۔ دکن کے نارائن گرو اور کیرل کے این کلی نے دلتوں کو تعلیم یافتہ بنانے کے لئے اسکول کھولے، سوامی اچھوتا نند نے اچھوت مہا سبھا نام کی تنظیم قائم کی اور دلتوں کے حقوق و آزادی کے لئے تحریک چلائی۔ وی آر شنڈے کی کوششوں سے پہلی بار کانگریس نے ۱۹۱۷ء کے کلکتہ اجلاس میں دلتوں کے مسائل کو پیش کیا گیا اور ۱۹۲۰ء کے کلکتہ اجلاس میں جس کی صدارت کر رہے تھے دلتوں کے رفاہ عام کی چیزوں اب عام ہندوستانیوں استعمال کے لئے کھولی جاتی ہیں۔ انگریزی سرکار کے ذریعہ ۱۹۱۰ء کی مردم شماری میں دلتوں کو ہندو سماج سے الگ تسلیم کر لیا گیا۔ اس کے بعد انگریزی سرکار نے ۱۹۲۳ء میں ایک قرارداد کو منظوری دی۔ اس قرارداد کو بمبئی ودھان سبھا اور مہاڑ نگر پالیکا نے بھی اپنی منظوری دیدی۔ اس قرار

داد کی رو سے اسکولوں، تالابوں، کنووں، مندروں، ہوٹلوں، دھرم شالوں، ریل گاڑیوں اور سڑکوں وغیرہ کو عام ہندوستانیوں کے استعمال کی اجازت دی جاتی ہے۔ اسی قرارداد کو پیش نظر رکھ کر ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر نے دلتوں کو انصاف و حقوق دلانے کیلئے سماجی بیداری کا علم بلند کیا۔

دلت سماج کے لوگوں کو عام اسکولوں میں داخلہ کے لئے طرح طرح کی دقتوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ بھیم راؤ امبیڈکر کا اسکول میں داخلہ ایک انگریز افسر کی سفارش پر ہوا تھا۔ اسکول میں انہیں سنسکرت پڑھنے کی اجازت نہیں تھی۔ اسکول میں اشرافیہ طبقہ کے اساتذہ اور بچوں کے ذریعہ ان کے ساتھ غیر مساویانہ سلوک کیا جاتا تھا۔ بھیم راؤ امبیڈکر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے بیرون ملک بڑودہ کے ساہو جی مہاراج کی مدد سے گئے تھے۔ یہ ایک اقرارنامہ کے طور پر تھی اور اسی کے تحت ۱۹۱۷ء میں انہیں فوجی سکریٹری بنایا گیا تھا۔ پندرہ مہینے کے بعد انہوں نے نوکری سے استعفیٰ دیدیا کیونکہ ان کے شعبے کے لوگ ان کے ساتھ ذات پات کے نام پر بھید بھاؤ کا سلوک کرتے تھے۔ ۱۹۱۸ء میں بڑودہ ریاست کے 'بمبئی سڈنہم کالج' میں معاشیات کے لکچرر مقرر کئے گئے اور وہاں پر بھی ان کے ساتھ اسی طرح کا سلوک روا رکھا گیا۔ بمبئی ہائی کورٹ میں وکالت کرتے وقت انہیں ذات کے نام پر چڑھایا جاتا تھا۔ یہی غیر انسانی سلوک اور جبر و استبداد سہتے ہوئے ان کی شخصیت پروان چڑھی تھی جس نے انہیں باغی بننے، دلت سماج کے اندر بیداری مہم چلانے اور ان کو سماجی، مذہبی، سیاسی اور اقتصادی حقوق و آزادی دلانے کے لئے عملی طور پر کام کرنے کے لئے مجبور کردیا تھا۔

ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر نے دلتوں کے مسائل و مصائب کو انگریزی سرکار اور انسانیت پسند ہندوستانیوں تک پہنچانے کے لئے ۳۱/جنوری ۱۹۲۰ء کو 'موک نائک' نام کا اخبار نکالنا شروع کیا۔ یہ اخبار ساہو جی مہاراج کی اقتصادی امداد سے ہی ممکن ہوسکا تھا۔ موک نائک کے لفظی معنی ہیں [گونگا ہیرو]، اسی موک نائک کے ذریعہ انہوں نے کروڑوں گونگے لوگوں کو آواز دی تاکہ ہندوستانی سماج سے اپنے حقوق کو مانگیں اور اس کے لئے جدوجہد کریں۔ بھیم راؤ امبیڈکر نے دلت سماج کے اندر سماجی، سیاسی و مذہبی بیداری پیدا کرنے اور ان کے جذبات و احساسات کو زبان دینے کے لئے ۲۵/جولائی ۱۹۲۴ء کو بہشکرت ہتکارنی سبھا کی بنیاد ڈالی۔ انہوں نے دلتوں کی آزادی کے لئے ایک نعرہ دیا۔ ''تعلیم یافتہ بنو، متحد ہو اور جدوجہد کرو''

مہاڑ نگر پالیکا کی قرارداد کو عملی شکل دینے کے کئے ڈاکٹر امبیڈکر کی رہنمائی میں دلتوں نے ۲۰/مارچ ۱۹۲۷ء کو مہاڑ تالاب کی طرف مارچ کیا اور اس کا پانی پیا۔ انہوں نے دلتوں کو پہلی بار آندولن کے ذریعہ ان کی طاقت کا احساس دلایا۔ اس واقعہ سے طبقہ اشرافیہ میں کھلبلی مچ گئی کیونکہ اس سے پہلے اس تالاب سے دلتوں کو پانی پینے کی اجازت نہیں تھی جبکہ کتے اور بلی اس تالاب سے پانی پی سکتے تھے۔ ڈاکٹر امبیڈکر نے ۳/اپریل ۱۹۲۷ء کو 'بہشکرت بھارت' نام سے اخبار نکالنا شروع کیا۔ اس اخبار میں ڈاکٹر امبیڈ دلتوں کی زندگی سے جڑے مختلف مسائل و مصائب پر خود مضامین لکھا کرتے تھے اور دوسرے دلت ادیبوں کو مضامین لکھنے کے لئے ان کی حوصلہ افزائی بھی کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے اپنے مشن کو آگے بڑھانے کیلئے ۲۴/ستمبر

۱۹۲۷ء کو 'سمتا سینک دل' کے نام سے دلت رضا کاروں کا ایک گروپ تیار کیا۔ یہ رضا کار ان کے ذریعہ نکالے جانے والے اخبار کو دلتوں اور عام ہندوستانیوں تک پہنچانے میں ہاکروں کا کام کرتے تھے تاکہ دلتوں تک اپنی باتوں کو آسانی سے پہنچایا جا سکے۔انہوں نے اس اخبار کے ذریعہ دلت سماج میں حیات نو لانے، عام ہندوستانیوں تک اپنے مقاصد اور نظریہ کو صحیح طور پر پہنچانے کی کامیاب کوشش کی۔ اسی سال انہوں نے ۲۵/دسمبر ۱۹۲۷ء کو 'منوسمرتی' کو جلانے کا پروگرام رکھا اور جلا دیا گیا۔انہوں نے کہا کہ منوسمرتی پاک کتاب نہیں، اس کے ہندو قانون دلتوں کو ان کے حقوق سے روکتے ہیں اور ان کی شخصیت کو روندتے ہیں۔اس واقعہ کو انہوں نے فرانس کی نیشنل کرانتی سے تعبیر کیا تھا۔

ڈاکٹر امبیڈکر نے ۲/مارچ ۱۹۳۰ء کو ناسک کے کالا رام مندر داخلہ کی تاریخ مقرر کی کیونکہ اسی دن گاندھی جی نے انگریزی سرکار کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک شروع کرنے کا اعلان کیا تھا۔مندر داخلہ کو لے کر دلتوں اور ہندوؤں میں مار پیٹ شروع ہوگئی اور ڈاکٹر امبیڈکر سمیت دونوں طرف سے لوگ زخمی ہوئے۔سمتا سینک دل کی عورتوں نے اس مہم میں بہت ہی اہم رول ادا کیا تھا۔ڈاکٹر امبیڈکر، گاندھی جی اور دوسرے لوگوں کو یہ احساس دلانا چاہتے تھے کہ ان کو جو شکایتیں انگریزوں سے ہیں وہی شکایتیں دلتوں کو ہندوؤں سے ہیں۔ ڈاکٹر امبیڈکر نے تحریک آزادی کے وقت دلتوں کی آزادی کا سوال اٹھایا اور حکومت میں دلتوں کے حصہ داری کی مانگ کی۔انہوں نے گول میز کانفرنس میں زوردار طریقے سے اپنی بات رکھی اور دلتوں کو ہندوؤں سے الگ سماج کے طور پر تسلیم کئے جانے کی بات کہی۔ برطانوی وزیر اعظم نے ان کی اس بات کو ۲/اکتوبر ۱۹۳۲ء کو تسلیم کرلیا لیکن گاندھی جی اور دیگر ہندوؤں کو اس بات کا خوف ستا رہا تھا کہ جسے وہ ہندو سماج کہتے ہیں اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔انہوں نے اس بات کی مخالفت میں یرودا جیل میں ہی آمرن انشن شروع کر دیا۔ پورے ملک میں دلتوں اور اشرافیہ طبقہ کے بیچ مار پیٹ کے واقعات رونما ہونے لگے اور گاندھی جی کی زندگی کو لے کر جگہ جگہ پرارتھنا سبھائیں کی جانے لگیں۔ڈاکٹر امبیڈکر کو جان سے مارنے کی دھمکیاں تک دی جانے لگیں۔آخر میں مجبور ہو کر ڈاکٹر امبیڈکر نے گاندھی جی کے ساتھ ایک سمجھوتہ کیا جو 'پونا پیکٹ' کے نام سے جانا جاتا ہے۔اسی پونا پیکٹ کے تحت دلتوں کو ریزرویشن کی سہولیات مہیا کرائی گئیں ہیں تاکہ انہیں ہندو سماج سے الگ ہونے سے روکا جا سکے۔

اس میں شک نہیں کہ ڈاکٹر امبیڈکر بہت بڑے سیاسی رہنما تھے اور ان کی سیاست تو ان کروڑوں لوگوں کے لئے تھی جو اپنے انسان ہونے کے معنی بھی نہیں جانتی تھی۔ وہ ایسی دلت سیاست کے رہنما تھے جس نے دلتوں کو انسان ہونے کا مطلب سکھایا اور ان میں اپنے حقوق و آزادی کی تڑپ پیدا کی۔انہوں نے دلتوں کی سیاست میں حصہ داری کے لئے ۱۹۳۶ء میں آزاد مزدور پارٹی بنائی اور ۱۹۵۶ء میں اس کا نام بدل کر شیڈول کاسٹ فیڈریشن کر دیا لیکن سیاست میں انہیں خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی۔آخر میں ڈاکٹر امبیڈکر نے برہمنوادی نظام معاشرت کے ذریعہ دلتوں کے ساتھ ذات پات و اونچ نیچ کے نام پر برتے جانے والے بھید بھاؤ اور غیر انسانی سلوک سے تنگ آکر ۱۹۵۶ء میں بودھ دھرم قبول کرلیا۔ڈاکٹر امبیڈکر نے صدیوں سے دلتوں کے

اوپر پڑھائے جانے والے ظلم وستم، ناانصافی اور غیر انسانی سلوک کے خلاف تحریک چلائی۔ انہوں نے دلت سماج کے لوگوں کے جذبات و احساسات کو زبان دی اور ان کے اندر بیداری کی لہر پیدا کی۔ اس تحریک کا نتیجہ یہ ہوا کہ دلت مسئلہ ہندوستان کی قومی تحریک کا ایک اہم موضوع کی شکل میں ابھر کر سامنے آیا اور ہندوستانی سماج، مذہب، سیاست اور ادب کے بحث کا موضوع بن گیا۔

ڈاکٹر امبیڈکر نے دلت سماج کے لڑکوں کو اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۹۴۶ء میں بمبئی میں سدھارتھ ڈگری کالج اور ۱۹۴۷ء میں اورنگ آباد میں ملند ڈگری کالج قائم کیا۔ ان ڈگری کالجوں کے تعلیم یافتہ نوجوان امبیڈکر کے نظریات سے پوری طرح متاثر تھے۔ ان کالجوں کے نوجوان اپنے جذبات و احساسات کو لفظوں کے پیرائے میں بیان کرنے کے لئے اپنے پر تول رہے تھے۔ ڈاکٹر امبیڈکر نے دلت سماج کے پڑھے لکھے لوگوں کو تخلیقی ادب کی طرف مائل کیا تاکہ تحریک کو تقویت مل سکے۔ اورنگ آباد میں سب سے پہلے 'دلت ساہتیہ پریشد' کا اجلاس سکھ رام ہیورالے کی صدارت میں ۱۹۵۳ء کو ہوا تھا۔ اس کے بعد دلت ساہتیہ پریشد کے متعدد اجلاس مختلف مقامات پر ہوئے اور دلت ادب کے اصول ونظریات کو لے کر ایک سلسلہ شروع ہوا جس نے ادیبوں شاعروں۔ اور دانشوروں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

ڈاکٹر امبیڈکر کے نظریات سے متاثر ہو کر 'دلت پینتھر' کا قیام ۱۹۷۲ء میں عمل میں آیا۔ اس تنظیم سے بہت سے دلت ادیب، شاعر اور دانشور جذباتی طور پر جڑے ہوئے تھے اور شدت پسند اور جذباتی ادب تخلیق کر رہے تھے۔ انہیں اس بات سے کوئی مطلب نہیں کہ انہیں سماج میں اچھوت اور نیچ سمجھا جاتا ہے، بلکہ وہ تو دلت پینتھر ہیں اور اپنے اوپر ہونے والے کسی بھی ظلم وستم کو برداشت نہیں کریں گے۔ دلت پینتھر نے اپنے حقوق کی حصولیابی کے تئیں جدو جہد کا جذبہ پیدا کیا اور جبر واستبداد کے خلاف لڑنے اور اپنی خودداری و انا کے لئے جان کی بازی لگانے کے لئے خود کو تیار کیا۔ دلت پینتھر کے ذریعہ چلائی گئی تحریک نے سرکار، ادیبوں، شاعروں، دانشوروں اور عام ہندوستانیوں کا دھیان اپنی طرف کھینچا۔ ہر زبان کے ادیبوں نے اپنی تخلیقات میں دلتوں کے مسائل ومصائب کو پیش کیا اور عام ہندوستانیوں کو اس سے روشناس کرایا۔

ڈاکٹر امبیڈکر کی سماجی بیداری تحریک سے پہلے اردو ادب میں دلتوں کے ساتھ برتے جانے والے غیر مساویانہ سلوک اور ان کے مسائل و مصائب کا ذکر کہیں کہیں دیکھنے کو ملتا ہے۔ اردو میں سب سے پہلے شہنشاہ فکشن پریم چند نے اپنی تخلیقات میں دلتوں کے مسائل و مصائب کو مختلف زاویوں سے پیش کیا ہے۔ اگر ناولوں اور افسانوں کی بات کریں تو اردو کا پہلا ناول' جلوہ ایثار' اور افسانہ' دونوں طرف سے' ہے جس میں دلت بستیوں اور ان کی اجیرن بھری زندگی کا ذکر ملتا ہے۔ ۱۹۲۳ء کی قرارداد کے پاس ہونے کے بعد ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کے ذریعہ مہاڑ تالاب اور کالا رام مندر، پونا پیکٹ، وغیرہ کو لے کر چلائی گئی تحریک نے سماج، مذہب، سیاست اور ادب میں ہلچل پیدا کردی۔ اسی تحریک سے متاثر ہو کر اردو کے قلمکاروں نے دلتوں کے مسائل و مصائب کو اپنی تخلیقات میں پیش کرنا شروع کر دیا۔ پریم چند نے مندر، قوم کا خادم، ٹھاکر کا کنواں، خون سفید وغیرہ شاہکار

افسانے اور گوشہ عافیت، میدان عمل اور گئودان جیسے ناول تخلیق کئے۔علاوہ ازیں پریم چند نے اپنے اخباروں اور رسالوں میں بھی دلتوں مسائل کو بیان کیا ہے۔ڈاکٹر امبیڈکر کی تحریک سے متاثر ہو کر شاعر مشرق علامہ اقبال نے نظم 'نانک' میں دلتوں کی اجیرن بھری زندگی کو بہت ہی پر درد اور مغموم انداز میں بیان کیا ہے۔:

آہ شودر کے لئے ہندوستان غم خانہ ہے۔درد انسانی سے اس بستی کا دل بیگانہ ہے

جوالا پرشاد برقؔ اور فراق گورکھپوری وغیرہ شاعروں نے دلتوں سے اپنی ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔جوالا پرساد برقؔ نے اپنی نظم 'اچھوتوں سے نفرت' میں دلتوں کے اوپر ہونے والے جبر و استبداد کے خلاف آواز بلند کی ہے۔اشعار ملاحظہ ہوں:

تہذیب ایک سی ہو یکسان چلن ہمارا
بیگانہ نہ ان کو سمجھیں دیوانہ پن ہمارا
اس خا ک کے ہیں پتلے بھارت سپوت ہیں سب
گر یہ اچھوت ہیں تو ہم بھی اچھوت ہیں سب
جلوے ہیں سب اسی کے راز حیات کیا ہے
ہیں پھول اک چمن کے تخصیص ذات کیا ہے

پریم چند کے بعد ترقی پسندوں نے دلتوں کے مسائل و مصائب کو اپنی تخلیقات کا موضوع بنایا اور ان کو مختلف زاویوں سے پیش کیا ہے۔کرشن چند کا افسانہ 'کالو بھنگی'، 'مہالکشمی کا پل' اور دو ڈرامے 'سرائے کے باہر' اور 'دروازے کھول دو' اور ناول شکست خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔علی عباس حسینی کا افسانہ خاموش خاموش، عصمت چغتائی کا میلے کا ٹوکرا، اعظم کریوی کا اچھوت وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔عبداللہ حسین کا ناول 'اداس نسلیں'، 'الیاس احمد گدی کا فائر ایریا وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

چھٹی اور ساتویں دہائی میں دلت ساہتیہ پریشد اور دلت پینتھر نے اس بات کو اور اونچائی عطا کی اور دلتوں کے مساویانہ حقوق اور آزادی کو لے کر جگہ جگہ جلسوں اور سیمیناروں کے ذریعہ اپنی آواز کو بلند کرنا شروع کر دیا۔ہر زبان کے ادیبوں نے اپنی تخلیقات میں دلتوں کے مسائل سے عوام کو روشناس کرایا۔اردو کے ادیب نے بھی دلتوں کے مسائل و ناانصافی کو اپنی تخلیقات میں پیش کیا ہے۔سلام بن رزاق نے ایک لویہ کا انگوٹھا اور کلہاڑی، پروفیسر جابر علی نے چمرٹولے کی پنکی، اسرار گاندھی نے وہ جو راستے میں کھوئی گئی جیسے کامیاب افسانے لکھے۔مسرور جہاں کا ناول 'نئی بستی'، علی امام نقوی کا 'تین بتی کے راما' اور غضنفر کا ناول 'دویہ بانی' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ان میں دویہ بانی نئی طرز کا ناول ہے۔

ملک کے آزاد ہونے اور آئین میں ڈاکٹر امبیڈکر کی کوششوں سے دلتوں کو ملے حقوق و آزادی سے ان کے اندر دھیرے دھیرے بیداری آنا شروع ہوگئی ہے۔اب وہ پہلے کی طرح ہر بات کو سر خم تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے، اس کا ترکی بہ ترکی جواب دیتا ہے اور اپنی آن بان کے لئے ہتھیار اٹھانے سے بھی گریز نہیں کرتا ہے۔اس سلسلے میں سلام بن رزاق کا افسانہ'

کلہاڑی' خاصی اہمیت کا حامل ہے۔اس افسانہ میں جب ایک دلت عورت کی عصمت طبقہ اشرافیہ کے ذریعہ ننگا کر کے گاؤں میں گھمایا جاتا ہے تو وہ بغاوتی تیور اپناتے ہوئے ہتھیار اٹھا لیتی ہے۔ڈاکٹر امبیڈ کے ذریعہ چلائی گئی تحریک اور دستور ہند میں دلتوں کے معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے دیئے گئے خاص مراعات سے طبقہ اشرافیہ کے لوگ نفرت کرتے ہیں،انہیں حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کو کسی بھی طرح کے حقوق دئے جانے کے خلاف ہیں۔ برہمنوادی نظام کے پروردہ لوگ صدیوں پرانی اسی روایت کو آج بھی برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔آخر ایک سوال یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جس مندر،تالاب،کنواں وغیرہ کو دلت سماج کے لوگ اپنی محنت اور لگن کے ساتھ بناتے ہیں اور اپنی فنکاری و نقش ونگار کے ذریعہ اس میں چار چاند لگا دیتے ہیں۔لیکن جب یہی بن کر تیار ہو جاتا ہے تو اس میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔یہ کیسا مذہب ہے اور کیسا سماجی ڈھونگ جو صدیوں سے اس سماج میں چلا آرہا ہے؟اس سلسلے میں اسرار گاندھی اپنے افسانہ 'بے بسی' میں لکھتے ہیں کہ بہت ہی محنت اور لگن کے ساتھ نتھو نے مندر میں استھاپت ہونے والی مورتی اس طرح رنگ و روغن سے سجایا تھا جیسے لگتا ابھی وہ بول پڑے گی۔جب وہ مندر میں آرتی اتارنے جاتا ہے تو اسی پنڈت کے ذریعہ اسے مندر میں جانے اور آرتی اتارنے سے روک دیا جاتا ہے اور وہ زبردستی مندر میں داخل ہونے کی کامیاب کوشش کرتا ہے۔اس کی منظرکشی اسرار گاندھی نے بہت ہی خوبصورت پیرائے میں کی ہے۔:

'نتھو اپنے ساتھ لائے ہوئے پھولوں کو لئے ہوئے آہستہ آہستہ مندر کے دروازے کی جانب بڑھا۔لیکن اس سے پہلے کہ وہ مندر میں داخل ہو پنڈت جی کی نظریں اس پر پڑ گئیں۔وہ بڑی تیزی کے ساتھ نتھو کی طرف بڑھے اور اسے دروازے کے باہر روکتے ہوئے بولے۔''نتھو تم!تم؟مندر کے اندر کیسے آرہے ہو؟''

کیا میں اپنی بنائی ہوئی مورتی پر پھول بھی نہیں چڑھا سکتا۔نتھو بولا:،،،،،ہاں بنایا تو تمہارے ہاتھوں نے ہی ہے۔پر اسے اب تو پوتر کر لیا گیا ہے۔تمہارے ہاتھوں سے پھول ڈلوا کر اسے اپوتر نہیں کیا جا سکتا۔تم گھر چلے جاؤ نتھو

نہیں میں تو بھگوان کی مورتی پر پھول چڑھائے بنا نہیں جا سکتا۔اب وہ سے لد چکا ہے پنڈت جی۔نتھو کی بات سن کر سرخ ہو گئے۔

وہ زور سے چیختے ہوئے بولے۔میں جانتا ہوں کہ تم کہاں سے بول رہے ہو۔لیکن تم یہ سمجھ لو یہ مندر ہے سرکاری نوکری نہیں۔تم یہاں نہیں گھس سکتے۔نتھو تم یہاں سے چلے جاؤ۔''

اگر ہم شاعری کی بات کریں تو یعقوب راہیؔ نے زیادہ تر مراٹھی دلت شاعری کو اردو شاعری کے کالب میں ڈھالا ہے۔اب تک ان کے تین مجموعے منظر عام پر آکر عوام سے داد تحسین حاصل کر چکے ہیں۔اس سلسلے میں ان کی تصنیف 'دلت آواز' خاص طور پر قابل ذکر ہے جس کی چرچا برابر ہوتی رہتی ہے۔چندر بھان خیالؔ نے دلتوں کی دکھ بھری زندگی کو اپنی نظموں اور غزلوں میں بہت ہی پردرد انداز میں پیش کیا ہے۔خیال نے ایک غزل 'دلت غزل' کے عنوان سے کہی ہے جو صبح مشرق کی اذاں میں شامل ہے۔غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ایک دلت میں شاملِ محفل کروں تو کیا کروں
ہے محافظ ہی میرا قاتل کروں تو کیا کروں
حکم ہے آئین کا مجھ کو ملیں سارے حقوق
ایک بھی لیکن نہیں حاصل کروں تو کیا کروں

جینت پرمار نے اپنے اور دلتوں کے اوپر ہونے والے ظلم وستم کو بہت ہی مغموم انداز میں اپنی نظموں میں پیش کیا ہے، جس پر انہیں ساہتیہ اکادمی انعام سے سرفراز کیا گیا ہے۔ جینت پرمار نے صدیوں سے دلتوں پر ڈھائے جانے والے ظلم وستم کو اپنی ایک نظم 'ہزاروں ہاتھ' میں بڑے ہی فنکارانہ انداز میں پیش کیا ہے۔

اس سلسلے میں صادقہ نواب سحر کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ ان کے کلام میں دلت سماج کا دود و کرب اور ان کے مسائل ومصائب کا جو بیان ملتا ہے وہ قاری کے دل پر نشتر کی اثر کرتا ہے اور دل کو بار بار کچوٹتا ہے اور سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ یہاں پر ان کی نظم 'امبیڈکر وادی ادب' ملاحظہ ہو

انسان تھا/ پھر شودر ہوا/ اور اچھوت مانا گیا/ پیٹھ پر جھاڑو باندھ کر/ اپنے پیروں کی دھول کو آپ جھاڑتے ہوئے/ شہر بھر کی گندگی صاف کرتا رہا/ سنا/ ابھنگوں کی شاعری میں/ میرے درد کے بادلوں کی/ کچھ بوندیں ٹپکیں/ سنت چوکھا میلا، نام دیو، گیانیشور کا/ درد بھی تو وہی تھا نا؟ صدیوں بعد گاندھی نے مجھے ہریجن کہا/ امبیڈکر نے بودھ بنایا/ اب پڑھنے پر/ میرے کانوں میں/ گرم سیسہ نہیں ڈالا جاتا/ لہٰذا میں نے اپنی زندگی نامے کو/ لکھنا سیکھا/ مگر اسے ساہتیہ نہیں/ دلت ساہتیہ کہا گیا/ اب اکیسویں صدی میں میری زندگی کی داستان کو/ امبیڈکر وادی ساہتیہ کا نام دینے کی/ کوشش ہو رہی ہے/ جانے میری داستان کب انسان کی داستان بنے گی/ جانے کب؟؟؟

ڈاکٹر امبیڈکر نے دلتوں کے اوپر ڈھائے جانے والے جبر واستبداد، غیر مساویانہ حقوق اور آزادی کے لئے جو تحریک چلائی تھی اس میں اردو کے ادیبوں اور شاعروں نے ان کا ساتھ دیا لیکن جس طرح سے دوسری زبان کے قلمکاروں نے امبیڈکر کے نظریات کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے کی کوشش کی اس کے مدمقابل اردو میں کہیں نہ کہیں کمی کا احساس ہوتا ہے۔ اردو میں امبیڈکر وادی نظریہ دوسری زبانوں کے مقابلہ میں ابھی کمزور دکھائی دیتا ہے اور اسے آگے بڑھانا وقت کی اسد ضرورت ہے۔ اب بدلتے وقت اور حالات کے پیش نظر دلت سماج کے مسائل کو اٹھانے ان کے حقوق وآزادی کے لئے جدوجہد کرنے اور عام ہندوستانیوں کو ان کے مسائل ومصائب سے آگاہ کرنے کی اردو کے قلمکاروں کی اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے تاکہ ہندوستانی سماج کا ناسور بن چکے اس ذات پات، اونچ نیچ کے بھید بھاؤ کا خاتمہ کیا جا سکے اور ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کے سماجی مشن کو آگے بڑھایا جا سکے۔ ☆☆☆